اسلام میں صفائی

کا مقام واہمیت

تالیف

مولانا مفتی محمد ایاز صاحب

العلم پبلیکیشنز

صفائی اور اسلامی تعلیمات

ابو معاویہ مولانا مفتی محمد ایاز حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز محلہ جنگی پشاور
091-2590315

فہرست مضامین

- صفائی اور پاکیزگی کی اہمیت 193
- گندگی کی حالت سے ممانعت 194
- ماحول کا اثر صحت پر 197
- اسلام میں صفائی اور ستھرائی کا مقام 204
- اسلام اور راستے کی صفائی 207
- اسلام اور راستے کی چوڑائی 212
- غیر مسلموں نے اسلامی اصول اپنا لئے 217
- امور فطرت 219
  - بغل اور زیر ناف کے بال 219
  - زیر ناف کی صفائی 220
  - مسواک اور مضمضہ 220
  - منہ کی صفائی 221
  - غرغرہ 221
  - پانی سے ناک صاف کرنا 221
  - ناک صاف کرنا 222
  - ناک کے بال صاف کرنا 222
  - ناخنوں کی صفائی 222
  - کھانے سے پہلے ہاتھ کو دھونا 223
  - ختنہ 223

۞ بچوں کی قابل تدارک عادتیں 225

۞ گھر والی کے کرنے کے کام 226

۞ کھانے پینے کی اشیاء کا کھلے طور پر بیچنے کی ممانعت 227

۞ شہر مدینہ کی مثالی صفائی 228

۞ صفائی و پاکیزگی کے آداب 230

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صفائی اور پاکیزگی کی اہمیت

اسلام ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر دین ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ خواہ عقائد وعبادات، اخلاق و معاملات یا معاشرت کا شعبہ ہو۔ حتیٰ کہ نظافت صفائی اور پاکیزگی کے بارے میں بھی اسلام نے واضح رہنمائی کی ہے۔

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں طہارت اور نظافت کو بڑا اہم قرار دیا ہے کیونکہ صفائی انسانی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جسم، لباس، گھربار، گلی کوچے، بازار، مسجد و مکتب حتیٰ کہ جذبات و خیالات تک پاک صاف رکھنے کا مطالبہ کیا ہے، گویا انسان کا جس چیز سے بھی تعلق ہے اسلام نے اسے پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے۔

آج تہذیب و ترقی کے دور میں جب ہم دوسری ترقی یافتہ قوموں کی صفائی کو دیکھتے ہیں، ان کے مکانات، ان کی سڑکیں، ان کے شہر محلّے قصبے اور آبادیاں دیکھتے ہیں تو ان کی نفاست پر رشک آتا ہے، لیکن یہ صفائی و پاکیزگی خالص اسلامی تہذیب و تمدن کی خصوصیت ہیں۔

دنیا میں آج تک کسی مذہب اور کسی قانون نے صحت و صفائی کے احکام پر اس قدر زور نہیں دیا جتنا کہ قرآن کریم نے اس پر زور دیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس کے احکام بیان کئے ہیں، چنانچہ اسلام نے طہارت و پاکیزگی کے اصول و احکام مقرر کئے ہیں اور اسے لازمی قرار دیا ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے امت کو ہمیشہ پاک صاف رہنے کی تلقین بلکہ تاکید کی ہے۔ نماز کی صحت اور درستگی کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ انسان کا بدن، لباس اور اس کی نماز پڑھنے کی جگہ نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہوں اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین طہارت و پاکیزگی کا اہتمام فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی تعریف کی اور فرمایا:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ [توبہ:۱۰۸]

"اس (قریہ) میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

جب اللہ تعالیٰ نے طہارت و پاکیزگی اپنی محبت کا ذریعہ ٹھہرایا ہے تو اس نعمت سے محرومی کس کو گوارا ہوگی؟ نماز انسان کو اپنے جسم اور اعضاء کو پاک صاف رکھنے پر مجبور کرتی ہے، دن میں پانچ مرتبہ ہر نماز میں منہ کو، ہاتھ پاؤں کو، جو اکثر کھلے رہتے ہیں دھونے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

آج کل خاک، دھول، گرد و غبار، دھوئیں اور گیس اور خراب ہوا کے ذریعہ منہ اور ناک میں سینکڑوں جراثیم داخل ہونے کی وجہ سے ہزاروں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، وضو کرنے کے لیے آج ڈاکٹر کس قدر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منہ کی صفائی نہ کرنے سے پیٹ کے تمام امراض پیدا ہوتے ہیں، سینکڑوں برس پہلے اسلام نے اس کو لازمی قرار دیا اور عبادت کا جزو ٹھہرایا۔

گندگی کی حالت سے ممانعت:

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں لطافت، نفاست، صفائی اور پاکیزگی بہت زیادہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی جگہ کو گندا اور آدمی کو میلا دیکھنا پسند نہیں فرماتے تھے:

رَأٰى رَجُلاً عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ۔ [احمد، نسائی]

"ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میلے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا: "اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے"۔

عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِيْ اَلَكَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ۔ قَالَ مِنْ اَيِّ الْمَالِ۔ قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ۔ قَالَ فَاِذَا اَتَاكَ اللّٰهُ مَالاً فَلْيُرٰى اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهٖ۔ [احمد ونسائی]

"ابو الاحوص تابعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد مالک بن فضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے بہت معمولی اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ مال ودولت ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں اللہ کا فضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ کس نوع کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ نے ہر قسم کا مال دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں، گائے بیل بھی ہیں، بھیڑ بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں، غلام باندیاں بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ نے تمہیں مال ودولت سے نوازا ہے تو پھر اللہ کے انعام واحسان اور اس کے فضل وکرم کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہیے۔"

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پراگندہ اور میلا کچیلا بال بھی پسند نہیں کرتے تھے:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَأَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ بِيَدِهٖ كَأَنَّهٗ يَأْمُرُهٗ بِاِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَأْتِيَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَأَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔ [مالک]

"عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد میں آیا، اُس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل بکھرے ہوئے اور بے تکے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کو اشارہ فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو ٹھیک کرائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کر لیا اور پھر لوٹ کر آگیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ یعنی تمہارا سر اور داڑھی کے بالوں کو درست کرکے آنا اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی سر کے بال بکھرے ہوئے ایسی وحشیانہ صورت میں آئے گویا وہ شیطان ہے۔"

عرب اسلام سے پہلے تہذیب، تمدن سے کم آشنا تھے، اسلام کے ابتدائی زمانے میں لوگ مسجدوں میں آتے تو سامنے دیواروں پر یا زمین پر تھوک دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم اس کو ناپسند فرماتے ۔ ایک دفعہ تھوک کا دھبہ دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ ایک انصاری عورت نے دھبہ کو دھویا اور اس جگہ خوشبو مل دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور تعریف فرمائی۔

کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خوشبو کی انگیٹھیاں لگائی جاتیں جن میں گاہے بہ گاہے کافور ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفائی کا بے حد خیال تھا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے باہر چبوترے وغیرہ کی صفائی کا حکم فرمایا ہے۔

عہدِ قدیم کے عرب لوگ تہذیب و تمدن اور صفائی کا بہت کم خیال رکھتے تھے اب بھی ہم گاؤں میں یا شہر کی تنگ اور کثیر آبادی میں دیکھتے ہیں کہ لوگ سڑکوں پر یا درختوں کے نیچے گندگی پھینک دیتے ہیں اور دوسرے لوگ اسے خوشی سے برداشت کر لیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو راستہ میں یا درختوں کے نیچے سایہ میں پیشاب پاخانہ کرتے ہیں اور گندگی پھیلاتے ہیں۔ فرمایا:

اِتَّقُوا الْاَعِنَيْنِ قَالُوْا وَمَا الْاَعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْفِیْ ظِلِّهِمْ۔ [مسلم]

"لعنت کا سبب بننے والی دو باتوں سے پرہیز کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ وہ دو باتیں کیا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی بات یہ کہ کوئی شخص لوگوں کے راستے میں قضائے حاجت کرے اور دوسری بات یہ کہ چھاؤں (سائے) کی جگہ میں ایسا کرے۔"

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر تھوک کے دھبوں کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی جس سے کھرچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دھبے مٹا دیئے پھر لوگوں کی طرف خطاب کر کے غصہ سے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے آئے اور تمہارے منہ پر تھوک دے۔

لہٰذا ہمارے مکانات، ان کے در و دیوار اور فرش، ہماری سڑکیں، ہمارے گلی کوچے، قصبے، شہر، گھر اور گھروں سے باہر نکلنے والی نالیاں پاک صاف رہنی چاہیں اور ان کا اس طرح صاف رکھنا ہر مسلمان اور ہر انسان کا فرض ہے۔ کبھی کسی جگہ بھی خواہ گھر ہو یا باہر، گندگی پھیلانا اور غلاظت کرنا اور میلا کچیلا رہنا اسلام کے احکام کے خلاف ہے، جب چپہ چپہ اور گلی گلی کو اس طرح صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسلام میں کسی شخص کو میلے کپڑوں میں ناپاک اور غلیظ حال میں کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ پاک صاف رہے اور اچھی حالت میں رہے، کپڑے اجلے ہوں، بدن پاک صاف ہو، نجاست اور آلودگی سے پاک ہو، جو لوگ پاک صاف نہیں رہتے ان پر خدا کی رحمت نازل نہیں ہوتی بلکہ ان کے اوپر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور ان لوگوں کو بھی سخت سست فرمایا جو پبلک مقامات پر اور عام راستوں یا آرام کی جگہ اور درختوں کے نیچے گندگی پھیلاتے ہیں۔

پاکیزگی اور صفائی کے احکام کی تاکید اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ناپاک آدمی قرآن حکیم کو چھو بھی نہیں سکتا، جو لوگ پاکیزگی و صفائی کا اہتمام نہیں کرتے وہ اسلامی احکام اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن سے واقف ہی نہیں ہیں۔

قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں صفائی اور پاکیزگی کے بارے میں واضح احکامات ہیں لہٰذا ان تعلیمات اور ہدایات کی روشنی میں مسلمانوں کو خاص طور پر توجہ دینی چاہیے۔ جسمانی صفائی کے ساتھ ساتھ گلیوں، بازاروں اور محلوں میں بھی اسلامی ہدایات کے پیش نظر ہمہ وقت توجہ دینے اور خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

ماحول کا اثر صحت پر:

صحت انسانی پر اس کے اطراف واکناف کے حالات کا گہرا اثر پڑتا ہے جسے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ طبعی حالات:

مادی حالات میں مثلاً اس مقام کی آب و ہوا، طرز رہائش ، مشینری، کیمیاوی اشیاء، تجارتی سامان اور پیشہ وارانہ مصروفیات۔

۲۔ حیاتیاتی ماحول:

کسی علاقے کی پیداوار روئیدگی، مثلاً درخت خصوصی جڑی بوٹیاں، کپڑے، حشرات الارض اور دیگر جانور وغیرہ۔

۳۔ نفسیاتی عوامل:

اس علاقے کے عقائد، رسم و رواج، عادات حالت تہذیب، تمدنی کیفیات اثر انداز ہوتے ہیں۔ موجودہ صدی کا انسان ایک میکانی پتلا بن کر رہ گیا ہے۔ زندگی کی ضروریات کی بہتات، کام کی کثرت اور نقل وحرکت کی زیادتی نے زندگی کو غیر متوازن بنادیا ہے جس کا تناؤ یا اثر جسمانی اور دماغی نظامِ صحت پر پڑنا ضروری ہے۔اس لیے متعدل اور متوازن صحت وسلامتی کے لیے ان حالات کی تحقیق اور ان کی قدر و قیمت معلوم کرنا ضروری ہے جو اس میں توازن کو قائم رکھ سکیں۔

اسلام نے جسم، لباس، جگہ اور ماحول کی طہارت، نظافت، صفائی اور ستھرائی کا جو معیار قائم کیا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ قدم بقدم پاکی پر زور دیتا ہے اور قرآن و حدیث میں جابجا تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ انسانی زندگی کا اصل مقصد عبادت اور اطاعت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ [سورۃ ذاریات:۵۶]

”میں نے انسانوں اور جنات کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا“۔

یہ دونوں حکم یعنی عبادت اور اطاعت اس وقت انسان پر نافذ ہوتے ہیں جب انسان تندرست و توانا ہو اور اگر انسانی جسم لاغر اور معذور ہو تو اس سے شریعت نے نرمی کا معاملہ کیا

ہے یا قواعد و ضوابط کی گرفت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صحت اور تندرستی کی بقاء کے لیے پاکی اور نظافت بہت ضروری ہے۔ اگر انسان اپنے جسم، لباس، خوراک اپنے رہنے اور عبادت کرنے کی جگہ کو پاک صاف نہ رکھے گا تو آئے دن طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو کر کمزور اور لاغر ہو جائے گا تو پھر عبادت واطاعت کا قابل نہیں رہے گا۔ اس لیے اسلام نے وضو غسل، آدابِ رفع حاجت، نجاستوں سے پاکی کے احکام بتائے ہیں تاکہ انسان اپنی صحت و تندرستی کو برقرار رکھ کر بیماریوں سے بھی بچا رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بھی بجا لاتا رہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ [مائدہ: ۳]

خلاصہ آیت مبارکہ:

اے ایمان والو! باطنی صفائی کے ساتھ اب تمھیں ظاہری ستھرائی او نظافت وطہارت کا حکم بھی دیا جاتا ہے تاکہ اس کا اثر تمہارے باطن پر بھی پڑے اور اس کے زیر اثر تم لوگ دوسروں کے ساتھ ستھرے دل سے احسان کرنے کا سبق حاصل کرو۔

لہٰذا تمہیں میرا حکم ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کے ارادے سے اٹھو تو پہلے وضو کر لیا کرو۔ جس کا طریقہ تمھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و عمل کے ذریعے بتلائیں گے۔ اور ان کا طریقہ وضو ہی ہے جس کی تعلیم میں نے انھیں دی ہے۔ البتہ جو چیز وضو میں فرض ہیں وہ غور سے سن لو۔

وضو میں پہلا فرض تو یہ ہے کہ تم اپنے چہرے کو دھو لیا کر، اور دوسرا فرض یہ ہے کہ

کہنیوں تک اپنے ہاتھ بھی دھولیا کرو، اور وضو کا تیسرا فرض یہ ہے کہ تم اپنے سروں کا مسح بھی کرلیا کرو، اور وضو کا چوتھا فرض یہ ہے کہ تم ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھولیا کرو۔

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نماز سے پہلے ناک منہ سمیت اپنے تمام جسم کو خوب اچھی طرح سے دھو کر پاک صاف کرلیا کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو جاؤ اور پانی کا استعمال مضر ہو یا گھر سے دور حالت سفر میں ہو اور پانی نہ ملنے کا عذر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا تم جماع کی صورت میں اپنی بیبیوں سے ملے ہو جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو اور پھر ان ساری صورتوں میں تم پانی کے استعمال پر بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے قدرت نہ پاؤ تو ایسی حالت میں تم پاک مٹی کا قصد یعنی تیمّم کرلیا کرو۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس پاک مٹی اور زمین کی جنس پر سے ہاتھ مار کر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو۔

اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمّم کا حکم دے کر تم پر کس قدر آسانی فرمادی ہے، جبکہ اس سے پہلے آسمانی شریعتوں میں ایسا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اور اب تیمّم میں خصوصاً اور جمیع احکام شرعیہ ہیں عموماً یہ حکم تمہیں اس لیے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی اور سختی نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ تو تمہیں ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک اور صاف ستھرا کرنا چاہتا ہے۔

اس لیے طہارت کے قواعد اور طرق مشروع کئے اور کسی ایک طریق پر بس نہیں کیا گیا۔ یہ طہارت ابدان تو خاص احکام طہارت ہی میں سے ہے اور طہارت قلوب تمام اطاعات میں ملحوظ ہے۔ پس یہ تطہیر دونوں کو شامل ہے اور اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی طہارت حاصل نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم پر اپنے احسانات کی تکمیل کرے تاکہ ہر حال میں طہارت بدنی و قلبی حاصل کرسکوں جس کا ثمر رضا و قرب ہے جو اعظم نعم ہے اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا حق پہچانو اور اُس کے اِس عنایت کا شکر ادا کرو۔

[تبیین القرآن لِلعلامہ نیلویؒ و معارف القرآن لِلمفتی محمد شفیعؒ]

انسان کا جسم ایک مشین کی مانند ہے۔ اگر مشین کو گردوغبار سے صاف نہ کیا جائے تو کچھ عرصہ بعد مشین کام کرنا چھوڑ دے گی۔ ایسے ہی مسلسل محنت اور کام کاج کرنے سے انسان کا جسم بھی گندہ ہو جاتا ہے یا کسی اور وجہ سے جسم پر گندگی لگ جاتی ہے۔ اگر اس کو صاف نہ کیا جائے تو جسم سے بدبو آئے گی اور مختلف قسم کے جراثیم پیدا ہو کر انسان کو بیماریوں کا شکار بنا دیں گے۔ اگر منہ کی صفائی کا خیال نہ رکھا جائے تو معدے جگر اور گلے کی بہت سی بیماریاں جسم میں پیدا ہو جائیں گی۔ اگر دانتوں کی صفائی نہ کی جائے تو انسان موذی امراض کا شکار بن جائے گا اور اگر ناک کو مواد غلیظہ سے صاف نہ رکھا جائے تو ذہن بلادت، عقل سکی وغیرہ کی شکایات رونما ہو جائیں گے۔ اور اگر منہ ہاتھ نہ دھوئیں تو گردو غبار جمع ہو کر چہرے کا رنگ و روپ بگاڑ دیں گے، خون میں فساد پیدا ہو جائے گا، انسان پھوڑے پھنسی وغیرہ کا ہمیشہ شکار ہو جائے گا۔ الغرض یہ جسمانی صحت اور تندرستی کے لیے ان اعضاء کو بار بار دھونا ان پر پانی بہانا اور تر رکھنا ضروری ہے اس لیے شریعت نے دن میں پانچ بار وضو کا حکم دیا ہے اور ہفتہ میں ایک بار غسل اور نہانے کا حکم اور تاکید کی ہے۔ تاکہ جمعہ کے اجتماع کے موقع پر پسینہ کے بدبو اور میل کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَقٌّ عَلٰی مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْمًا یَغْسِلُ فِیْهِ رَأْسَهٗ وَجَسَدَهٗ۔

[بخاری و مسلم]

"ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ ہفتہ کے سات دنوں سے ایک دن (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے، اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے"۔

اور فرمایا:

یَآاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کَانَ هٰذَا الْیَوْمُ فَاغْتَسِلُوْا وَلْیَمَسَّ اَحَدُکُمْ اَفْضَلَ مَا یَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِیْبِهٖ۔

"اے لوگو! جب جمعہ کا یہ دن ہو تو تم لوگ غسل کیا کرو اور جو اچھا سا تیل اور جو بہتر خوشبو جس کو دستیاب ہو وہ لگالیا کرے۔"

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبوی اتنی زیادہ کشادہ نہیں تھی، عام طور سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین محنت پیشہ تھے اور موٹے کپڑے پہنتے تھے، گرمی کے موسم میں جب پسینہ آتا تو کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے اور جمعہ کے اجتماع میں اس پسینے کی وجہ سے بو پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تاکید فرمائی کہ جمعہ کے روز سب حضرات غسل کر کے حتی الامکان صاف کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر مسجد میں آیا کریں۔

اب ظاہر ہے کہ طہارت کا کم سے کم تقاضا تو اس طرح بھی پورا ہو سکتا تھا کہ لوگ وضو کر کے آجایا کریں اور ان کے کپڑے ظاہری نجاست سے پاک ہوں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اکتفا کرنے کی بجائے مذکورہ بالا احکامِ نظافت کی اہمیت کی وجہ سے یہ احکام عطا فرمائے تاکہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔

طبّی مشاہدہ بھی یہی ہے کہ انسان کے اندرونی جسم کے زہریلے مواد اطراف بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ ہاتھ پاؤں یا اطراف منہ و سر پر آکر ٹھہر جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے زہریلے پھوڑے پھنسوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور اطراف بدن کو دھونے سے وہ گندے مواد دفع ہوتے ہیں یا جسم کے اندر ہی اندر ان کا جوش پانی سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوتا رہتا ہے۔

تجربہ بھی ہے کہ ہاتھ پاؤں کے دھونے سے اور منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے اور اعضاء رئیسہ میں تقویت و بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس تجربہ کی تصدیق حاذق اطباء سے ہو سکتی ہے کیونکہ جب کسی پر غشی آجاتی ہے یا اسہال آتے ہیں تو اس کے اعضاء مذکورہ پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے انسان کو حکم ہوا کہ اپنے نفس کی کاہلی اور

سستی وکثافت کو وضواور غسل کے ذریعے دور کرے تاکہ اللہ کے حضور میں کھڑے ہونے کے لائق ہوسکے۔ کیونکہ غافل وکاہل اُس کے حضور میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نشہ اور سستی کی حالت میں نماز پڑھنا مشروع نہیں ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا [نساء : ۴۳]

"اے ایمان والو! (اُس وقت تک) نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک تم نشے کی حالت میں ہو یہاں تک کہ (تم سے نشہ اتر جائے اور) تم سمجھنے لگو اُس (کلمات) کو جو تم کہتے ہو اور نہ حالت جنابت میں"۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ:

"اے مؤمنو! اصلاح نفس اور برائیوں سے بچنے کے لیے نماز ضرور پڑھا کرو لیکن اتنا خیال ضرور رکھو اگر تمہیں ام الخبائث یعنی شراب یا افیون، بھنگ ودھتورہ وغیرہ جیسی نشہ آور چیزوں کی استعمال کی لت لگی ہوئی ہو تو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی اصلاح نفس چاہتے ہو تو پہلے نشہ چھوڑنے کی فکر کرو، اور جب نشہ اتر جائے اور اپنے کہے سنے کو سمجھنے لگ جاؤ تو اُس وقت نماز پڑھا کرو اور اسی طرح اسوقت بھی نماز مت پڑھا کرو جب تم جنبی ہوں یہاں تک کہ تم غسل کرکے پاک ہو جاؤ۔"

کیونکہ کسی نشہ باز کو کسی ظاہری بادشاہ کے دربار میں نشہ کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پس جب نشہ باز اور شرابی بحالت نشہ و غفلت ایک دنیاوی حاکم کے دربار میں نہیں جاسکتا تو احکم الحاکمین کے دربار میں کیسے شرف باریابی حاصل کرسکتا ہے۔

گناہوں اور کسل کے باعث جو روحانی نور و سرور اعضاء سے سلب ہو چکا ہوتا ہے وضو کرنے سے دوبارہ ان میں عود (لوٹ) کر آتا ہے۔ یہی روحانی نور قیامت میں اعضاء وضو میں نمایاں طور پر چمکے گا۔ [کمافی الحدیث]

اسلام میں صفائی اور ستھرائی کا مقام:

اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز، تلاوت ،قرآن اور طوافِ کعبہ جیسی عبادات کے لیے شرط لازمی ہے بلکہ یہ خود بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور بذات خود بھی مطلوب ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ [بقرہ:۲۲۲]

"بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صفائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

اور قبا کی بستی میں رہنے والے اہل ایمان کی تعریف میں قرآن کا ارشاد ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ [توبہ:۱۰۸]

"اس مسجد قباء میں ایسے باکمال لوگ ہیں جو پاکیزگی اور صفائی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

ان دو آیتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی کتنی اہمیت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صفائی کو نصف ایمان اور جزو ایمان قرار دیا ہے جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ [مسلم]

"صفائی ایمان کا حصہ ہے"۔

اور ترمذی کی روایت کے مطابق:

اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ۔ [ترمذی]

"صفائی نصف ایمان ہے"۔

کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں ایک اعتقاد اور دوسرا عمل اور عمل کا بڑا اور اہم حصہ یعنی نماز، طہارت پر موقوف ہے اس لیے اس کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد کار رسالت اور فریضہ

تبلیغ کی انجام دہی پر متوجہ کرنے کے لیے جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں درس توحید کے بعد اولین ہدایت یہ ہے کہ طہارت کا کامل اہتمام کیجیے۔

وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ [مدثر: ۴]

"اپنے کپڑوں کو خوب صاف رکھا کرو"۔

ثِیَابَ کے معنی لباس کے ہیں مگر یہاں صرف کپڑے مراد نہیں بلکہ لباس سے روح، بلکہ پوری شخصیت مراد ہے۔ عربی میں "طَاهِرُ الثَّوْب" اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر طرح کی عیوب اور گندگیوں سے پاک ہو۔ تو قرآن کی ہدایت کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے لباس، جسم اور قلب و روح کو ہر طرح کی غلاظت سے پاک صاف رکھو۔

قلب و روح کی غلاظت سے مراد جہاں کفر و شرک، بُرے خیالات، بد اخلاقی اور معائب ہیں وہاں نفس و دماغ میں آنے والے پراگندہ خیالات سے خود کو بچانا بھی مراد ہے اور جسم و لباس کی گندگیوں سے مراد وہ نجاستیں ہیں جن سے ہر طبع سلیم کراہت کرتی ہے اور جن کا نجس ہونا محسوس ہے یا جن پر شریعت نے نجس ہونے کا حکم لگایا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے طہارت کو انسانیت کے چار بنیادی اخلاقوں میں شمار کیا ہے۔ پھر شریعت نے طہارت کے بہترین طریقے بتائے ہیں جن سے نجاست دور ہو جاتی ہے۔اسلامی قوانین نے تمام زندگی کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اسلامی اصول و ضوابط انسان کو سہولت اور عافیت دینے کے لیے ہیں۔اس کے بارے میں شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی ایک نفیس تحقیق قابل ذکر ہے وہ اپنی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں۔

"کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے یہ حقیقت سمجھادی ہے کہ فلاح وسعادت کے جس شاہراہ کی طرف انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی جس کا نام شریعت ہے اگرچہ اسکے بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت سینکڑوں احکام ہیں لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس ان چار اصولی عنوانوں کے تحت آتے ہیں۔ طہارت، اخبات، سماحت، عدالت۔

پھر شاہ صاحب نے ان میں سے ہر ایک کی حقیقت بیان کی ہے جس کے مطالعے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ بلا شبہ ساری شریعت بس ان ہی چار حصوں میں منقسم ہے۔ یہاں ہم شاہ صاحب کے کلام کے صرف اس حصے کا خلاصہ درج کرتے ہیں جس میں انھوں نے طہارت کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جس کا قلب بہیمیت کے سفلی تقاضوں سے مغلوب اور ان میں مشغول نہ ہو، جب وہ کسی نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے یا اسکو پیشاب یا پاخانہ کا سخت تقاضہ ہوتا ہے یا وہ جماع وغیرہ سے فارغ ہوا ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا انقباض و تکدر اور گرانی و بے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے، پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے مثلاً پیشاب یا پاخانہ کا جو سخت تقاضا تھا اس سے وہ فارغ ہو جاتا ہے اور اچھی طرح استنجاء اور طہارت کر لیتا ہے، یا اگر وہ جماع کے بعد غسل کر لیتا ہے اور اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو نفس کے انقباض و تکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اس کے بجائے اپنی طبیعت میں وہ ایک انشراح وانبساط اور سرور وفرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ پہلی کیفیت اور حالت کا نام "حدث" (ناپاکی) اور دوسری کا نام۔ "طہارت" (صفائی اور پاکیزگی) ہے، اور سلیم الفطرت حضرات ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کے فرق کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں۔ طہارت کی حالت میں انسان فرشتوں سے انتہائی درجہ مشابہت رکھتا ہے، کیونکہ وہ دائمی طور پر بہیمی آلودگیوں سے پاک و صاف او نورانی کیفیات سے شاداں و فرحاں رہتے ہیں اور اسی لیے حسب امکان طہارت و پاکیزگی کا اہتمام و دوام انسانی روح کو ملکوتی کمالات حاصل کرنے اور الہامات ومنامات کے ذریعے ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس جب آدمی حدث اور ناپاکی کی حالت میں ڈوبا رہتا ہے تو اسکو شیاطین سے ایک مناسبت و مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت

اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی روح کو ظلمت گھیر لیتی ہے" [حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۵۴]

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طہارت اور حدث دراصل انسانی روح اور طبیعت کی مذکورہ بالا دو حالتوں کا نام ہے اور ہم جن چیزوں کو حدث یا ناپاکی اور طہارت یا پاکیزگی کہتے ہیں وہ دراصل ان کے اسباب و موجبات ہیں اور شریعت ان ہی اسباب پر احکام جاری کرتی ہے اور انہی سے بحث کرتی ہے۔

امید ہے کہ طہارت کی حقیقت اور روح انسانی کے لیے اسکی ضرورت واہمیت سمجھنے کے لیے شاہ صاحب کا یہ کلام انشاء اللہ کافی ہو گا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ طہارت وپاکیزگی شریعت کا پورا چوتھائی حصہ ہے۔

پھر اسی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" کے ایک دوسرے مقام پر جہاں طہارت کے احکام اور ان کے اسرار ہی کا بیان ہے تو وہ فرماتے ہیں :

طہارت کی تین قسمیں ہیں:

ایک ناپاکی سے طہارت یعنی جن حالتوں میں غسل یا وضو واجب مستحب ہے۔ ان حالتوں میں غسل یا وضو کے شرعی طہارت پاکیزگی حاصل کرنا۔

دوسرے ظاہری نجاست اور پلیدی سے جسم یا اپنے کپڑوں کو یا جگہ کو پاک کرنا۔

تیسرے جسم کے مختلف حصوں میں جو گندگیاں اور میل وکچیل پیدا ہوتا رہتا ہے اسکی صفائی کرنا (جیسے دانتوں کی صفائی، ناک کے نتھنوں کی صفائی، ناخن اور زیر ناف بال وغیرہ کی صفائی)

[معارف الحدیث ۲۰/۳]

اسلام اور راستے کی صفائی:

اسلام کا نظامِ حیات زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کے متعارف کئے ہوئے اس نظام میں انسانی مزاج کے تمام عناصر کو مد نظر رکھ کر اُس کی سہولت اور عافیت کے لیے جو اصول اور ضابطے بنائے گئے ہیں۔ اسلام ازل سے ابد تک کی انسانیت کا دین ہے اس

میں ہر قسم کے مسائل کا حل موجود ہے۔

اسلامی قوانین نے تمام زندگی کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اسلامی اصول و ضوابط انسان کو سہولت اور عافیت دینے کے لیے ہیں۔ اسلام ازل سے ابد تک قائم ہے اور رہے گا اور قیامت تک آنے والے جتنے مسائل ہیں ان تمام مسائل کا حل اسلام میں مکمل طور پر موجود ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے ماہرین نے ٹریفک قوانین پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں جو اسی قانون فطرت کی وضاحت ہے۔

ڈاکٹر بلویرڈ کی کتاب (Conveyance & Human Bieng) ٹریفک قوانین کے لیے یورپ کے سلیبس میں شامل ہے جس سے ایک متبدی سے لے کر ماہر تک تمام افراد استفادہ کر سکتے ہیں۔ رچرڈ بورڈنگ کی کتاب(Road & my Experience)جو اس کی زندگی کے مشاہدات اور تجربات کا خلاصہ ہے۔ رچرڈ بورنگ پوری زندگی سڑکوں کا بادشاہ رہا ہے۔(Road & Journey) "سڑک اور سفر" یہ کتاب بھی ٹریفک قوانین کا بہترین مجموعہ ہے۔ الغرض ان تمام کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد جب ہم احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر غور کریں تو ہمیں اس بات کا بخوبی احساس واعتراف ہوتا ہے کہ یہ تمام قوانین انہی کا نچوڑ ہو سکتے ہیں اور اسلام میں سے ماخوذ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ [نحل:٨٩]

"اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔"

لیکن افسوس کہ ہماری حکومتوں، سیاست دانوں، مذہبی جماعتوں عام مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ رکھا ہے۔ اس سلسلے میں ہم یہاں سڑکوں پر حادثات کے موضوع پر کچھ گفتگو کرتے ہیں۔ قرآن میں آتا ہے کہ:

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا

[احزاب: ۵۸]

"جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچاتے ہیں حالانکہ انہوں نے کوئی قصور نہیں کیا ہوتا۔ پس ایسے لوگ بہتان اور واضح گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں"۔

اسی طرح یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ کسی بھی بے قصور کو تکلیف دینا گناہ ہے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔

ایک حدیث میں ہے کہ : اچھا مسلمان وہی ہے جو خود تکلیف اٹھائے تاکہ دوسرے لوگ آرام سے رہیں۔ [کنزالعمال]

جنگ بدر میں جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے، ان کے بارے میں حکم نبوی یہی تھا کہ ان کو آرام سے رکھو اور ان کو اچھا کھانا کھلاؤ۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین خود روکھی سوکھی کھاتے اور دشمن قیدیوں کو اچھا کھانا کھلاتے اور قیدی اس پر شرمندہ ہوتے۔ [مجمع الزوائد]

احادیث میں جمعہ کے دن مسجد میں لوگوں کو گردنیں پھلانگ کر آگے جانے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے نمازیوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

ابن ماجہ و ترمذی کی حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اپنے لیے جہنم میں جانے کے لیے پل تیار کرتے ہیں۔ ایسی ایک غلطی کرنے والے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"جس نے مومن کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اس نے خدا تعالیٰ کو ایذا دی"۔

اسی طرح کئی احادیث علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ترغیب و ترہیب" میں بیان کی ہیں۔ [دیکھیں: ۵۰۴، ۵۰۳، ۱]

اصل بات یہ ہے کہ ہم نے قرآن و حدیث سے منہ موڑ رکھا ہے۔ قرآن و سنت میں جو عوام کے حقوق ہیں اور جس طرح سے عوام کی خدمت کا کلچر اسلام نے متعارف کرایا ہم اس

سے بے بہرہ ہیں۔ اس کے برعکس ناچ گانے کا کلچر اور خود غرضی اور دولت پرستی کا کلچر ہم پر چھایا ہوا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جو شخص راستے سے تکلیف دہ چیز کانٹا، پتھر، گندگی ہٹاتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سڑک پر جا رہے تھے اور ایک شخص ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے راستے سے پتھر ہٹا کر دور کر دیا۔ آپ کے ساتھی نے پوچھا: جناب آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص راستہ سے پتھر ہٹا دے اور راستہ صاف کرے تو اس کے لیے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کی نیکی اس طرح لکھی جائے یعنی قبول ہو جائے تو اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی مسلمان کے راستہ سے اذیت دینے والی چیز ہٹا دے تو اس کے لیے نیکی لکھی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ جس کی نیکی لکھ لیتا ہے تو اس کے بدلے اسے جنت میں بھی داخل کر دیتا ہے۔ مسلم اور نسائی کی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ:

جو شخص مسلمانوں کے راستے سے پتھر، کانٹا یا ہڈی کا ٹکڑا دور کر دے تو گویا اس نے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے دور کر لیا۔

بخاری و مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص راستے پر جا رہا تھا اس نے کانٹے دار شاخ دیکھی اور اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کو قبول کر لیا اور اس کو بخش دیا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص راستے سے ایک کانٹے دار شاخ سے گزرا۔ اس نے کہا کہ: میں اس کو یہاں سے ہٹا دوں گا کہ مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچائے۔ پس اللہ نے اس کو اس

نیکی پر جنت میں داخل کر دیا۔

ابو داؤد کی روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ کسی شخص کی قبولیت کے لیے اس سے بہتر عمل کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے راستے میں کانٹے دار جھاڑی دیکھی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا، یا سڑک پر کانٹے دار جھاڑی دیکھی تو راستہ صاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راستہ میں ایک درخت تھا جس سے گزرنے والوں کو دقت ہوتی تھی۔ ایک شخص آیا اور اس نے راستہ کو صاف کر دیا۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو جنت میں درخت کے سائے میں پھرتے دیکھا۔ [مسند احمد، ترغیب وترہیب: ۶۱۸تا۶۲۱]

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو گیا کہ راستہ میں چلنے والوں کے لیے ذرا سی تکلیف کا موجب بن جانا اپنے لیے دوزخ کا راستہ ہموار کر دینا ہے۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دوزخ کی وعید بہت کثیر احادیث میں مذکور ہے۔ اس کے برعکس راستہ سے تکلیف کی معمولی چیز دور کرنے سے انسان کی بخشش ہو جاتی ہے اور جنت مل جاتی ہے۔

[معاشرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس]

راستے کو گندہ کرنا حرام ہے:

سڑک پر چلتے ہوئے آپ نے چھلکا یا گندگی سڑک پر پھینک دی، اب اس کی وجہ سے کسی کا پاؤں پھسل جائے، یا کسی کو تکلیف پہنچ جائے تو قیامت کے روز آپ کی پکڑ ہو جائے گی۔ اور اگر اس سے تکلیف نہ بھی پہنچی، لیکن آپ نے کم از کم گندگی تو پھیلا دی۔ اس گندگی پھیلانے کا گناہ آپ کو ہو گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر ہوتے اور سفر میں کہیں قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب جگہ کی تلاش کے لیے اتنی ہی جستجو فرماتے جتنا ایک آدمی مکان بنانے کے لیے مناسب جگہ تلاش

کرتا ہے۔ ایسا کیوں کرتے تھے؟ اس لیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگوں کی گزرگاہ ہو، اور وہاں گندگی کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں، جن میں سے ایمان کا اعلیٰ ترین شعبہ کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہنا اور ادنیٰ ترین شعبہ ایمان کا یہ ہے "اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ" کہ راستے سے گندگی کو اور تکلیف دینے والی چیز کو صاف کر دینا ہے۔ مثلاً راستے میں کوئی کانٹا یا چھلکا پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر اس کو دور کر دیا۔ تاکہ گزرنے والے کو تکلیف نہ ہو، یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ لہٰذا جب راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا ایمان کا شعبہ ہے تو پھر راستے میں تکلیف دہ چیزوں کو ڈالنا ایمان کے منافی ہے۔

دراصل انسان کے لیے اسلام چونکہ ہمیشہ کے لیے قانون اور آخری ہدایت ہے اس لیے اس کے ضابطوں میں آئندہ آنے والے تمام حالات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

اسلام اور راستے کی چوڑائی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہری منصوبہ بندی یا فن تعمیر سکھانے کے لیے نہیں آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت کے لیے معلم بن کر آئے۔ اسی لیے تو انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اس ہادی عالمؐ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گلی کوچوں کو وسیع رکھنے کی تلقین فرمائی کہ:

اِجْعَلُوا الطَّرِيْقَ سَبْعَةَ ذِرَاعٍ [ابوداؤد، ابن ماجہ]

گلی کوچوں کی چوڑائی سات ذراع تک رکھو۔

ذراع برابر ہے ایک ہاتھ کے اور ایک ہاتھ برابر ہے ڈیڑھ فٹ کے۔ لہٰذا سات ذرع مساوی ہیں ساڑھے دس فٹ کے۔ جب گلی کی کم از کم یہ وسعت رکھی جائے تو دیگر سڑکوں اور شاہراہوں کا اس سے کہیں وسیع ہونا ضروری ہوتا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کا شہر بسایا تو حکم دیا کہ سڑکیں اور گلیاں چوڑی رکھی جائیں، مثلاً ۳۰ ہاتھ، ۴۰ ہاتھ چوڑی بنائی جائیں۔

روایات میں شادی یاد عوتوں کے لیے راستہ روکنا بھی منع اور گناہ ہے۔ کیونکہ راستہ چلنے والوں کو اس سے ایذا اور تکلیف پہنچتی ہے۔ مسلمان کا فرض تو یہ ہے کہ خود تکلیف اُٹھائے اور راہ گیروں کو آرام پہنچائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مسجدوں سے باہر جمعہ کے دن جو لوگ نماز کے لیے سڑک پر کپڑا بچھاتے اور راستہ روکتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کو مار کر اُٹھادیتے۔

مسلمان کا کام راہگیروں اور مسافروں کی خدمت ہے نہ کہ ان کو ایذا پہنچانا۔ اسی طرح اگر راستہ روک کر کوئی اپنی دکان لگاتا اور راہ میں رکاوٹ پیدا کرتا تو خلفائے راشدین ان کو ہٹا دیتے۔ غرضیکہ راہ میں رکاوٹ کھڑی کرنا اور گندگی پھیلانا اسلام میں عظیم گناہ ہے۔ دراصل آج کے دور میں خود غرضی نے ہمارے اخلاق تباہ کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

استنجا اور غسل خانے کی صفائی:

مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

تقریباً دو سال پہلے میں برطانیہ کے ایک سفر کے دوران برمنگھم سے ٹرین کے ذریعے ایڈمبرا جارہا تھا، راستے میں مجھے غسل خانہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی، میں اپنی سیٹ سے اٹھ کر غسل خانے کی طرف چلا تو دیکھا کہ وہاں ایک انگریز خاتون پہلے سے انتظار میں کھڑی ہیں جس سے اندازہ ہوا کہ غسل خانہ خالی نہیں ہے۔ چنانچہ میں ایک قریبی سیٹ پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو اچانک غسل خانے کے دروازے پر میری نگاہ پڑی، وہاں Vacant کی تختی صاف نظر آرہی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ غسل خانہ خالی ہے اور اس میں کوئی نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ خاتون بدستور دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں، اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ شائد ان کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے قریب جا کر ان سے کہا

غسل خانہ تو خالی ہے اگر آپ اندر جانا چاہیں تو چلی جائیں۔انہوں نے جواب دیا کہ دراصل غسل خانے کے اندر میں ہی تھی لیکن جب میں پیشاب سے فارغ ہوئی تو ریل پلیٹ فارم پر رک گئی اور میں کموڈ کو فلش نہیں کر سکی، یعنی اس پر پانی نہیں بہا سکی کیونکہ جب گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہو تو فلش کرنا مناسب نہیں، اب میں باہر آکر اس انتظام میں ہوں کہ گاڑی چلے تو میں اندر جا کر کموڈ کو فلش کروں، پھر اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھوں گی۔

یہ بظاہر ایک چھوٹا سا معمولی واقعہ تھا، لیکن میرے ذہن پر ایک نقش چھوڑ گیا، یہ ایک انگریز خاتون تھیں اور بظاہر غیر مسلم ، لیکن انہوں نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ دراصل اسلام کی تعلیم تھی۔مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں ایک صاحب سے ایک مرتبہ یہ غلطی سرزد ہوئی کہ وہ غسل خانہ استعمال کرنے کے بعد اسے فلش کئے بغیر باہر آگئے تو میرے والد ماجد (حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے اس پر انہیں سخت تنبیہ کی اور فرمایا کہ ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے مطابق سخت گناہ ہے، کیونکہ اس طرح گندگی پھیلانے سے آنے والے شخص کو تکلیف ہوگی اور کسی بھی شخص کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔

دوسری طرف جب گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہو تو اس وقت غسل خانے کا استعمال یا اسے فلش کرنا ریلوے کے قواعد کے تحت اس لیے منع ہے کہ اس کے نتیجے میں ریلوے اسٹیشن کی فضا خراب ہوتی ہے اور پلیٹ فارم پر موجود لوگوں کو ریلوے لائن پر پڑی گندگی سے ذہنی کوفت بھی ہوتی ہے اور وہ گندگی بیماریاں پھیلنے کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔اس خاتون نے بیک وقت دونوں باتوں کا خیال کیا۔ٹرین کے کھڑے ہونے کی حالت میں پانی بہانا بھی گوارا نہ کیا اور پانی بہائے بغیر سیٹ پر آکر بیٹھنا بھی پسند نہیں کیا تاکہ کوئی شخص اس حالت میں جا کر تکلیف نہ اٹھائے۔

ہم مسلمان ہیں اور ہماری ہر دینی تعلیم کا آغاز ہی طہارت سے ہوتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا نصف حصہ قرار دیا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی باریک بینی سے ہر اُس کام سے منع فرمایا ہے جو ناحق کسی دوسرے کی تکلیف کا باعث ہو، لیکن یہ

بات کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ ہماری مشترکہ طہارت خواہ وہ ریل میں ہوں یا جہاز میں، بازار میں ہوں یا مسجدوں میں، تعلیم گاہوں میں ہوں یا شفاخانوں میں، ہر جگہ عموماً گندگی کے ایسے مراکز بنے ہوئے ہیں کہ ان کے قریب سے گزرنا مشکل ہوتا ہے اور جب تک کوئی بپتا ہی نہ پڑ جائے، کسی سلیم الطبع شخص کے لیے ان کا استعمال ایک شدید آزمائش سے کم نہیں۔ اس صورت حال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان معاملات میں ہم نے دین کی تعلیمات کو بالکل نظرانداز کیا ہوا ہے اور مشترکہ استعمال کے مقامات پر گندگی پھیلانے کے بعد ہمیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم اذیت رسانی کے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں جس کا ہمیں جواب دینا پڑیگا۔

ہمارے ملک میں بھی ریلوں کے ہر غسل خانے میں یہ ہدایت درج ہے کہ جب تک گاڑی کسی اسٹیشن پر کھڑی ہو، بیت الخلاء استعمال نہ کیا جائے، لیکن عملاً صورت حال یہ ہے کہ کوئی اسٹیشن مشکل ہی سے ایسا ہوگا جس کی ریلوے لائن پر اس ہدایت کی خلاف ورزی کے مکروہ مناظر نظر نہ آتے ہوں اسی طرح ہوائی جہازوں کے ہر غسل خانے میں یہ ہدایت درج ہوتی ہے کہ بیت الخلاء میں کوئی ٹھوس چیز نہ پھینکی جائے، نیز یہ منہ ہاتھ دھونے کے لیے جو بیسن لگا ہوتا ہے اسے استعمال کرنے کے بعد آنے والے مسافر کی سہولت کے لیے اسے کاغذ کے تولیہ سے صاف کر دیا جائے، لیکن ان ہدایات پر بھی کماحقہ عمل نہیں کیا جاتا چنانچہ ہمارے جہازوں کے غسل خانے بھی اب ہمارے مجموعی قومی مزاج کی نہایت مکروہ اور بھدی تصویر پیش کرتے ہیں، حالانکہ اگر ان ہدایات پر عمل کرکے ہم دوسروں کے لیے راحت کا سامان کریں تو صرف شائستگی کی بجائے اجر و ثواب کا باعث بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ:

"ایمان کے ستر سے بھی زیادہ شعبے ہیں، اور ان میں سے ادنٰی ترین شعبہ یہ ہے کہ راستے سے گندگی یا تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے"۔

اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مومن کا کام تو یہ ہے کہ اگر کسی

دوسرے شخص کی پھیلائی گندگی کو صاف کرے نہ کہ خود گندگی پھیلاتا پھرے، اگر گندگی دور کرنا ایمان کا شعبہ ہے تو گندگی پھیلانا بے ایمانی اور فسق ہے، لیکن ہم نے اپنے عمل سے کچھ ایسا تاثر دے رکھا ہے کہ صفائی و پاکیزگی ہماری بجائے غیر مسلم مغربی اقوام کا شیوہ ہے۔

میرے والد صاحب ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں ایک انگریز مسلمان ہوگیا اور اس نے پانچوں وقت نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا شروع کردیا، جب کبھی اسے وضو خانے میں جانے کی ضرورت پیش آتی تو یہ دیکھ کر اس کا دل کڑھتا تھا کہ نالیوں میں گندگی پڑی رہتی ہے، کناروں پر کائی جمع رہتی ہے، نہ لوگ ان میں گندگی ڈالنے سے پرہیز کرتے ہیں نہ ان کی صفائی کا کوئی انتظام ہے۔ آخر اُس نے خود مسجد کی صفائی کرنے کا فیصلہ کیا اور جھاڑو سے صاف کرنے لگا، معقول مسلمانوں نے تو یقیناً اس کے عمل کی قدر کی ہوگی، لیکن محلے کے ایک صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"یہ انگریز مسلمان تو ہوگیا، لیکن اس کے دماغ سے انگریزیت نہیں گئ"

جن صاحب نے یہ افسوسناک تبصرہ کیا، انہوں نے تو کھل کر صریح لفظوں ہی میں یہ بات کہہ دی، لیکن اگر ہمارے مجموعی طرز عمل کا جائزہ لیا جائے تو محسوس یہ ہی ہوتا ہے کہ ہم نے صفائی ستھرائی کو "انگریزیت کی خوبی" قرار دے رکھا ہے اور شاید گندگی کو اپنی خوبی۔ حالانکہ اسلام نے جس کے ہم نام لیوا ہیں صفائی سے بہت آگے طہارت کا وہ تصور پیش کیا ہے جو ظاہری صفائی سے کہیں بلند و برتر ہے، اور جسم کے ساتھ ساتھ روح کی پاکیزگی کے وہ طریقے سکھاتا ہے جس سے بیشتر غیر اسلامی اقوام محروم ہیں۔

بدقسمتی سے مغربی اقوام کے باشندے جہاں اجتماعی طور پر بہت صفائی پسند ہیں، انفرادی حیثیت میں انتہائی غلیظ واقع ہوئے ہیں۔ حوائج ضروریہ سے فراغت کے بعد پانی کا استعمال اُن کے ہاں کوئی تصور ہی نہیں حالانکہ پانی کے بغیر جسمانی صفائی ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا حال یہ ہے۔

گھر مصفیٰ آدمی آلودہ ہے   کس طرح تہذیب یہ بیہودہ ہے

یہ تمام طریقے اس لئے اختیار کئے گئے ہیں کہ سارا زور صرف اس ظاہری صفائی پر ہے جو دوسرے کو نظر آئے، ذاتی اور اندرونی صفائی جس کا نام ''طہارت'' ہے اس کا کوئی تصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام نے ہمیں ظاہری صفائی ستھرائی (نظافت) کے ساتھ ساتھ طہارت کے بھی مفصل احکام دیئے ہیں اس لئے اسلام میں صفائی کا تصور کہیں زیادہ جامع ہمہ گیر اور بلند و برتر ہے۔ اسلام کو ''طہارت'' بھی مطلوب ہے اور نظافت بھی۔ طہارت کا مقصد یہ ہے کہ انسان بذات خود واقعی پاک صاف رہے اور نظافت کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی گندگی سے دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ طہارت کے ساتھ ساتھ نظافت بھی اسلام میں مطلوب ہے اور کوئی بھی ایسا اقدام جائز نہیں ہے جس کی وجہ سے ماحول میں گندگی پھیلتی ہو۔ یہ ہر شخص کی ایسی دینی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی کے لیے بنیادی ضرورت توجہ کی ہے، یہ توجہ پیدا ہو جائے تو دیکھتے ہی دیکھتے ماحول سدھر جاتا ہے۔

غیر مسلموں نے اسلامی اصول اپنا لئے:

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ڈھاکہ کے سفر پر گیا۔ ہوائی جہاز کا سفر تھا، راستے میں مجھے غسل خانے میں جانے کی ضرورت پیش آئی، آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہوائی جہاز کے غسل خانے میں واش بیسن کے اوپر یہ عبارت لکھی ہوتی ہے: ''جب آپ واش بیسن کو استعمال کر لیں تو اس کے بعد کپڑے سے اس کو صاف اور خشک کر دیں تاکہ بعد میں آنے والے کو کراہیت نہ ہو''

جب میں غسل خانے سے واپس آیا تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ غسل خانے میں واش بیسن پر جو عبارت لکھی ہے، یہ ہی بات ہے جو میں تم لوگوں سے بار بار کہتا رہتا ہوں

کہ دووسروں کو تکلیف سے بچانا دین کا حصہ ہے۔ جو اِن غیر مسلموں نے اختیار کر لیا ہے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ترقی عطا فرمادی ہے، اور ہم لوگوں نے ان باتوں کو دین سے خارج کر دیا ہے اور دین کو صرف نماز روزے کے اندر محدود کر دیا ہے، معاشرت کے ان آداب کو بالکل چھوڑ دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم لوگ پستی اور تنزل کی طرف جارہے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ اس میں جیسا عمل اختیار کرو گے، اللہ تعالیٰ اس کے ویسے ہی نتائج پیدا فرمائیں گے۔ غیر مسلم قومیں کیوں ترقی کر رہی ہیں۔

خوب سمجھ لیجیے، یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے، اگر یہ باتیں غیر مسلموں نے حاصل کر کے ان پر عمل کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ترقی دے دی۔ اگرچہ آخرت میں تو ان کا کوئی حصہ نہیں، لیکن معاشرت کے وہ آداب جو ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ ان آداب کو انہوں نے اختیار کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ترقی دے دی اور ہم مسلمان ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، ایمان کا اقرار کرتے ہیں، اس کے باوجود دنیا میں ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ دوسرے لوگ غیر مسلم ہونے کے باوجود ترقی کر رہے ہیں، لیکن یہ نہیں دیکھا کہ ان غیر مسلموں کا یہ حال ہے کہ وہ تجارت میں جھوٹ نہیں بولیں گے، امانت اور دیانت سے کام لیں گے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت چمکا دی، لیکن مسلمانوں نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا۔ زندگی کی باقی چیزوں کو دین سے خارج کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے دین سے بھی دور ہو گئے، اور دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہو گئے اس لئے تو علامہ اقبال نے کہا تھا:

اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب تعلیمات ہمیں عطا فرمائیں تاکہ ہم ان کو اپنی زندگی کے اندر اپنائیں اور ان کو دین کا حصہ سمجھیں۔ ان ارشادات سے کتنے اہم اصول ہمارے لئے نکلتے ہیں، اور یہ کتنی ہمہ گیر بات ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں احساس اور ادراک پیدا فرمادے۔ [اسلام اور ہماری زندگی: ۷/۵۵]

امور فطرت:

جن امور کی صحت و صفائی انسانی فطرت میں داخل ہے اسلام نے انہیں امور فطرت کے نام سے یاد کیا ہے جس کو جدید تحقیقات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

☆ سائنسی تحقیقات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ہم بالوں کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی ہدایات پر غور کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ کس قدر سائنٹفک اور فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔

☆ سر کے بال: مردوں کے متعلق حکم دیا گیا کہ سر کے پورے بال رکھیں تو دونوں کانوں کے لوکے برابر ہوں یا پورا سر منڈوایا کریں۔ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ اَوْ مُقَصِّرِيْنَ۔

☆ لڑکوں کا سر منڈوانا بال رکھنے سے بہتر ہے۔ [بو داؤد]

☆ اپنے بالوں کو دھویا کرو اور کنگھی اور تیل لگایا کرو۔ [ترمذی]

بغل اور زیر ناف کے بال:

ڈاکٹر گھوش نے لکھا ہے کہ کسی مقام کی مکمل اور بہترین صفائی کے لئے وہاں کے بالوں کو وقفہ وقفہ سے کم کریں یا انہیں منڈوائیں۔ [بحوالہ سوشل میڈیسن۔۱۸]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ عمل ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِتَغْيِيْرِ الشَّعْرِ مُخَالِفَةً لِّلْاَعَاجِمِ۔

۲۔ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَتَنَوَّرُ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ وَيُقَلِّمُ اَظْفَارَهٗ فِيْ كُلِّ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بال درست کرنے کا حکم فرماتے تھے تاکہ عجمیوں کی مخالفت ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے میں ایک بار بغلوں اور زیر ناف کے بال صاف فرماتے اور ہر پندرہویں دن ناخن ترشواتے۔ [طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پرنسپل نذیر لاہور]

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جمعہ کے دن مونچھیں اور ناخن جمعہ سے قبل ترشواتے اور ناخنوں اور بالوں کو دفن کرنے کا حکم دیتے۔

زیر ناف کی صفائی:

بغل اور زیر ناف بال کے غدود سے ناگوار بو پیدا ہوتی ہے اس لئے بار بار ان مقامات کی صفائی ضروری ہے۔ بہتر صفائی کے لیے صابن کے استعمال سے زیادہ کسی مقام کے بال نکال دینے سے ہوتی ہے یا تھوڑے تھوڑے وقفہ سے انہیں بار بار کم کر دینے سے ہوتی ہے۔ زیر ناف کی بار بار صفائی سے قوت مردمی بڑھتی ہے۔[سوشل میڈیسن]

بغل اور زیر ناف کے بالوں کو صاف کرتے رہنے کا حکم دیا اور اس کو امر فطرت قرار دیا اور تاکید فرمائی کہ ان مقامات پر چالیس دن سے زیادہ بال رکھنا عبادت میں نقص پیدا کرتا ہے۔ [مسلم]

اسلام کی کیا جامع ہدایات ہیں کہ پاکیزگی کے ساتھ روح میں تجلی بھی حاصل ہوتی ہے اور روح کو ارتقاء نصیب ہوتا ہے اور ایسے اصولوں کی طرف رہبری فرمائی کہ "میڈیکل سائنس" کے بیسیوں فوائد بلا طلب خود بخود اسی تعمیل کے ذیل میں حاصل ہو جاتے ہیں۔

مسواک اور مضمضہ:

یہ حکم بھی امور فطرت ہے"

مسواک کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ وَمَرْضَاتٌ لِلرَّبِّ۔ [نسائی]

"مسواک منہ کے لیے پاک کرنے والا اور اللہ کریم کی رضا جوئی کا ذریعہ ہے"۔

انفرادی صحت و پاکیزگی کے سلسلہ میں ایک ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ صبح دانتوں کو مسواک کرنا، آنکھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھونا، سرمہ کا جل لگانا عمدہ عادتیں ہیں۔ ناک اور منہ سے بد بو کا آنا ان کو صاف نہ رکھنے کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے مزید لکھا ہے کہ منہ اور دانتوں کی صفائی بڑی اہمیت کی حامل

ہے۔ دانت چبانے کا آلہ ہونے کے علاوہ ہضم غذا کے لیے ضروری ہے۔ چہرہ کی خوبصورتی اور صحیح مخارج کی ادائی میں بھی دانت بڑی مدد دیتے ہیں۔

غیر صاف شدہ منہ، دانتوں اور مسوڑھوں کے شدید امراض کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اسلامی تعلیمات میں بار بار منہ کی صفائی کے لیے حکم فرمایا گیا ہے۔

منہ کی صفائی:

یہ حکم امور فطرت میں داخل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَهِّرُوْا اَفْوَاهَكُمْ۔ "اپنے منہ کو صاف رکھو"

اور بے حد تاکید فرمایا کہ:

مِنْ بَعْدِ اَكْلٍ فَلْيَتَخَلَّلْ۔ "یعنی کھانے کے بعد خلال کیا کرو"۔

اور دارمی میں ہے کہ جب کھا چکو تو پھر خلال کرو۔

غرغرہ:

گلے کا غرارہ کرنا روزانہ دو بار خصوصاً صبح وشام کے کھانے کے بعد پرانے ٹانسلائٹس (ورم لوزتین) کے لیے بے حد ضروری ہے۔ [از سوویت یونین، شمار: ۲، (۱۹۸۹، ۳۸۸ء]

پانی سے ناک صاف کرنا:

پرسنل ہائجین (انفرادی حفظ صحت) کے سلسلہ میں ناک کی رطوبتوں کی صفائی بھی وقتاً فوقتاً بڑی اہمیت رکھتی ہے تاکید کی جاتی ہے کہ صحت کے لیے روزانہ کئی بار ناک اور حلق صاف کیا جائے تو یہ ناک کی بدبو کے لیے بے حد مفید ہے۔ ناک کی صفائی کی عادت ڈالنا ضروری ہے خصوصاً بچوں میں اس کا خیال رکھا جانا چاہیے۔ ماہرین علاج الماء (ہائیڈروپیتھی) کے نزدیک ناک میں پانی لینا (سڑکنا) بصارت کو تیز کرتا ہے۔

ناک صاف کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناک صاف کرنے کے سلسلہ میں تعلیم فرمائی کہ "احتیاط کے ساتھ ناک صاف کریں جس کے لیے ایک برتن استعمال کریں یا لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر صاف کریں۔" (شمائل الرسول) جیسا کہ بعض لوگ غیر مہذب اور غلط طریقے سے لوگوں کے سامنے ناک صاف کرتے ہیں۔

غور کیجیے کہ آج ان "آداب صحت" سے ذرا سی غفلت یا بے شعوری اور لاپرواہی دوسرے معنوں میں غیر اسلامی طریقہ پر زندگی گزارنا انسانی صحت کے لیے کس قدر خطرناک اور ہلاکت خیز ہو رہی ہیں۔ جو آج بھی ہر متمدن ملک کے لیے ایک گھمبیر مسئلہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

کرم دماغ سے بچنے کے لیے ناک میں پانی لینے سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ دماغ کی طرف جس وقت بعض خطرناک امراض کے کرم (خوردبینی جراثیم) صعود کر جاتے ہیں تو بڑی بڑی قوت کی دوائیں ان کو ہلاک کرنے میں بے اثر ثابت ہوتی ہیں مگر حیرت ہے کہ صرف ایک پانی کا قطرہ ان کا یقینی قاتل اور دافع ضرر ثابت ہوا ہے۔

ناک کے بال صاف کرنا:

اگر ناک کے بال کتروایئے اور کم کر دیئے جائیں صفائی میں آسانی ہوتی ہے اور جمالیاتی نقطہ نظر سے بدنما بھی نظر نہ آتے اور نہ ہی ناک کی رطوبتیں ان میں الجھی ہوئی نظر آئیں گی۔

ناخنوں کی صفائی:

اسلام نے امور فطرت میں ناخنوں کو کٹوانا بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ یا پندرہویں دن ناخن ترشواتے۔ [شمائل نبوی]

ناخنوں کی صفائی کے بارے میں سوشل میڈیسن میں ڈاکٹر سیل ورپارک نے بھی لکھا ہے کہ ناخن حیوانات میں شکار کرنے یا حملہ آور سے بچاؤ کے لیے بڑی قدر و قیمت رکھتے

ہیں، لیکن نسل انسانی میں اس کا استعمال محدود اور ان کا گندا ہونا خطرے سے خالی نہیں، اس لئے حدود سے بڑھے ہوئے ناخن جراثیم کی پناہ گاہ اور اکثر متعدی بیماریوں مثلاً ٹائفائیڈ، اسہال، پیچش، ہیضہ اور آنتوں کے کیڑے اور ورم پیدا کرنے والے جراثیم کے پھیلانے میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر سیل لکھتے ہیں۔ کہ بڑھے ہوئے ناخن مضر صحت ہوتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے ناخن اپنے دانتوں سے کترتے ہیں۔ یہ ایک گندی عادت ہے ناخنوں کو ہمیشہ ان کے قدرتی حدود یعنی **Mark Of Demarcation** پر قائم رکھنا چاہیے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ کو دھونا:

کھانا کھانے سے قبل ہاتھوں اور ناخنوں کو صابن سے خوب اچھی طرح صاف کرنا چاہیے خصوصاً ہندوستان، پاکستان میں جہاں غذا ہاتھوں سے کھائی جاتی ہے اور کاروبار کے آلات بھی اکثر دستی (**Manual**) ہوا کرتے ہیں، اس لیے اس کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا لازمی ہے بالخصوص جبکہ ناخن غلیظ اور غیر صاف رکھے جانے کے عادی ہوں، اس لئے متعدد بار ہاتھوں کو صابن سے دھوتے رہنا چاہیے۔ اس لئے شریعت نے کھانے سے قبل ہاتھوں کو دھونا لازمی اور سنت قرار دیا ہے۔

ختنہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِخۡتَتِنُوۡا (مشکوٰۃ) یعنی ختنہ کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ختنہ کروائے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کی صفائی و پاکیزگی کو امور فطرت فرمایا اس میں ختنہ کروانا بھی شامل ہے۔ [مشکوٰۃ طبرانی]

ختنہ ایک اہم سنت ہے جس کی سرحدیں وجوب سے ملتی ہیں اور ختنہ کو دین میں

ایک اہم اور بنیادی مسئلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ عرف عام میں ختنہ کو مسلمانی یا سنتی کرانا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ مسلمان ہونے کی خصوصاً حادثات اور بے ہوشی میں مردوں یا مقتولوں کی عدم شناخت کی صورت میں عموماً اہم شہادت تصور کی جاتی ہے۔

ختنہ اب محض ایک اسلامی رسم ہی نہیں، بلکہ بے شمار فوائد کی حامل سنت ہے جس کے سبب آج غیر مسلم بھی جنسی امراض سے بچنے اور حقیقی ازدواجی لطف حاصل کرنے کے لیے اس سنت پر عمل کی طرف مائل، بلکہ مجبور ہوتے جارہے ہیں۔

اکثر سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ مادہ (اسمگما) اپنی گندگی اور دقت صفائی کی وجہ سے جراثیم کی آماجگاہ بنتا رہتا ہے۔ یہ نازک اور حساس پوست ہے جو گندے مادوں کی مسلسل خراش کی وجہ سے خطرناک امراض حتی کہ سرطان (Cancer) پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے چونکہ سرطان کا سب سے بڑا سبب کسی مقام کا خراش مسلسل (Constent Irritation) ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ عضو کی دیگر عام متعدی بیماریوں مثلاً سوزاک (Gonorrhorea) آتشک (Siphills) جو اکثر جوانی کی غلط کاریوں کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں غیر ختنہ شدہ میں مقامی عدم صفائی اوران امراض کے عضو کی چنٹوں میں اور اس زائد چمڑے کے اندرونی حصہ میں چمٹ کر رہ جانے کی وجہ سے مزید پیچیدگیاں اور علاج کی دشواری کا موجب ہوتا ہے اس لیے ختنہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ امراض خبیثہ کے جراثیم کو عضو کے ساتھ وابستہ رہنے کا موقع نہیں ملتا۔ [اسلام اور جدید میڈیکل سائنس]

بچوں کی قابل تدارک عادتیں اسلام اور میڈیکل سائنس کی روشنی میں

۱۔ بچوں کو ایک دوسرے سے لگنے والی بیماریوں سے بچنے کے لئے چھینک، کھانسی اور جمائی کے وقت رومال کے استعمال کی تاکید کی جائے۔

۲۔ بے احتیاط اندھا دھند تھوکنے، ناک صاف کرنے سے منع کریں۔اور واش بیسن اور دستی کے استعمال کی تاکید کریں۔

۳۔ تختیوں کو تھوک سے صاف کرنے اور پینسل یا قلم کو منہ میں لگانے کی مذموم (کروہ) عادات کو چھڑائیں۔

۴۔ ناخن کترنے اور انگلیاں چوسنے جیسی عادتیں ترک کروادیں۔

۵۔ پیشاب اور پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد استنجااور ہاتھوں کی مکمل صفائی صابن اور پانی سے کرنے کی عادات ڈالیں۔

۶۔ ننگے پاؤں پھرنے کی مذمت کریں جو کئی خطرات کا موجب ہوتا ہے۔

۷۔ بچوں کو ریس ، میلوں اور نمائش میں بازاری اشیاء خرید کر کھانے کے خطرات سمجھائیں اور اس کی بجائے دوپہر کے کھانے کا انتظام کریں۔

۸۔ تیزی سے غذا کھانا بد ہضمی، اسہال (پاخانہ) پیٹ کے درد اور بے چینی کا باعث بنتی ہے۔اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے نوالے (تین انگلیوں سے) لینے اور خوب چبا کر کھانے کی تاکید فرمائی ہے۔

۹۔ رات کھاتے ہی سو جانا بد ہضمی اور نیند میں خلل کا باعث بنتا ہے چنانچہ شارع علیہ السلام نے بھی اس بات کو منع کیا ہے۔

۱۰۔ پالتوں جانوروں میں کتا، بلّی وغیرہ اور دوسرے جانوروں سے مل کر ممکن ہے کہ کئی بیماریاں پیدا کریں اس لئے ان پر موئثر نگرانی رکھی جائے اور ان کو صاف رکھیں اور مانع امراض کے ٹیکے دلوائیں۔

خاتون خانہ کی ذمہ داریاں

۱۔ کھانا کیسے تیار ہوا۔ کہاں رکھا گیا اور کیسے برتا گیا۔

۲۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد بچہ کو لینے سے پہلے غلاظت کی بہتر صفائی کے بعد ہاتھوں کو صابن اور پانی سے دھولیا گیا یا نہیں۔

۳۔ پینے اور پکانے کے برتن کی صفائی کے لئے صاف پانی استعمال کیا تھا یا نہیں۔

۴۔ کام کرنے والوں کے ناخن صاف ترشے ہوئے اور کپڑے بھی پاک وصاف ہوں۔

۵۔ پاک وصاف باورچی خانہ رہائشی حصہ الگ اور جس میں دھوئیں کی نکاسی کا معقول انتظام ہو اور حفاظت کے لیے کھڑے رہ کر یا اونچا بیٹھ کر پکایا جائے اور جس میں مکھیاں، چوہے، کتے، بلی، جھینگر اور چیونٹیوں سے حفاظت کا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔

۶۔ باورچی خانے کا کچرا ایک علیحدہ مقام پر جمع ہو کر اس کو مناسب مقام تک پہنچانے کا پورا اہتمام ہونا چاہیے۔

۷۔ کھانے کی چیزوں کو کو برتن میں ڈالنے کے لیے ہاتھوں کی بجائے کفگیر اور چمچے استعمال کئے جائیں۔

۸۔ تمام پکی چیزوں کو ہواداں یا فریج وغیر میں محفوظ رکھا جائے۔

۹۔ بچوں کو گھر کے بیت الخلاء میں ہی فارغ ہونے کے بعد پانی کے استعمال اور بائیں ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک مٹی سے (کیونکہ اس دور میں صابن وغیرہ کا وجود نہ تھا) مل کر دھونے کی تعلیم دی ہے کیونکہ بے احتیاطاً صفائی سے بعض خوردبینی پیچش واسہال کے جراثیم ہاتھ اور ناخنوں میں رہ کر غذائی اشیاء میں پہنچ کر امراض کا باعث بنتے ہیں۔

۱۰۔ اسی طرح بچوں کے منہ، دانت اور دیگر اشیاء کی صفائی پر خاص توجہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

۱۱۔ خاتون خانہ کو غذاؤں کی افادیت کے بارے میں معلومات فراہم کروائے جائیں تاکہ حسب استطاعت بچوں اور دیگر افراد خاندان کے غذائی مؤقف کو بہتر بنا سکے۔

۱۲۔ پینے کا پانی اور دیگر خوردنی اشیاء کو پاک وصاف برتنوں میں رکھے۔

۱۳۔ مختصر یہ کہ گھروالی کو عادی غذائیں اور اس کے پکانے کے بہتر طریقے، عام صفائی اور خود جسمانی ستھرائی، رہن سہن کا طور وطریق امراض کے نہ صرف پیدا کرنے بلکہ پھیلانے میں بے حد وسیع اور گہرا حصہ لیتے ہیں۔

اس لئے اسلامی تعلیمات میں خواتین کو ان گھریلو امور کی بہتر اور عمدگی سے انجام دہی کو عبادت کے برابر درجہ دیا گیا ہے۔

کھانے پینے کی اشیاء کا کھلے طور پر بیچنے کی ممانعت:

صحت عامہ کی برقراری کے لیے" (Text Book or Preventive & Social Medicine) میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کا مطالبہ یہ بھی درج ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء خورد نوش چیزوں کو کھلے طور پر بیچنے کو قانونی جرم قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ بھی تعلیمات اسلامی میں صدیوں پہلے تمدنی درجہ حاصل کر چکا ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد قانونی درجہ رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد گرامی ہوا کہ:

غَطُّوْا الْاِنَاءَ وَاَوْکُوْا السِّقَآءَ [بخاری مسلم]

"برتن ڈھانپ کر اور مشکیزہ کا منہ بند کر کے رکھو"

کھانے پینے کی چیزیں کسی کے پاس لے جاؤ تو ڈھانپ کر لے جایا کرو۔ [متفق علیہ]

موازنہ:

آج بھی ہر متمدن ملک میں کھانے پینے کی اشیاء کو کھلے عام رکھنے اور کھلے عام پر بے احتیاطی سے فروخت کرنے پر عدالتیں جرمانہ عائد کرتی ہیں چنانچہ ہمارے مقامی اخبارات میں آئے دن ایسی اطلاعات شائع ہوتی رہتی ہیں کہ فلاں عدالت نے فلاں شخص کو اس لئے جرمانہ

عائد کیا کہ اس نے اشیاء خوردنی کو کھلے عام، بے احتیاطی سے فروخت کرتا ہوا پایا گیا ہے۔ دنیا اس کو قانونی شکل دینے پر مجبور نظر آتی ہے۔

کچرے وغیرہ کو لاپرواہی سے پھینکنے کی قانوناً سخت ممانعت کر دی جائے۔ ایسے احکام بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات میں ہمیں ملتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَنَظِّفُوْا اَفْنَائَکُمْ وَسَاحَاتَکُمْ [زادالمعاد]

"اپنی آبادی اور صحن کو صاف رکھو"

"تم اپنے مکانوں کو پاک وصاف رکھو اور گھر کے روبرو خش وخاشاک (کچرا وغیرہ) جمع نہ کرو" [ترمذی]

آپ کسی صحابی کے گھر تشریف لے گئے، تو ملاحظہ فرمایا کہ صحن صاف نہیں ہے اور برتن بھی ناپاک رکھے ہیں ارشاد فرمایا کہ برتنوں اور صحن کی صفائی تونگری کا سبب بنتے ہیں۔

[مشکوٰۃ باب الطہارات]

شہر مدینہ کی مثالی صفائی:

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ تو صحابہ کہ تعمیلِ مجسم، احکامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، دیگر اقوام میں بھی شہر مدینہ کی صفائی وستھرائی اور وہاں کے مسلمانوں کے آپس میں کثرتِ سلام کی شہرت تھی۔

چنانچہ جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد اندھیرے منہ مدینۃالنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتا ہے تو ایک کمسن لڑکا کھجور کھاتا رہتا ہے۔ باپ پوچھتا ہے کہ تو کھجور کی گھٹلیاں کہا پھینک رہا ہے؟ لڑکے نے کہا نیچے راستے پر۔ باپ نے چیخ کر کہا! "ارے یہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہاں کے امیر کو شہر کی گندگی پسند نہیں"۔ لڑکا فوری اونٹ سے اتر کر اپنی پھینکی ہوئی گٹھلیوں کو جمع کرتا ہے اور اس کو تھیلی میں جمع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "ابا کیا اب امیر ہم سے خوش ہونگے" باپ نے جواب دیا: "ہاں" "بیٹے ان کا حکم خدا کی طرف سے

ہوتا ہے، اس کی تعمیل خدا کے حکم کی تعمیل ہے، جس سے ربِ کائنات ضرور خوش ہوتا ہے۔ ان کی تعلیمات ہیں کہ اپنے مکانوں اور صحنوں میں کچرا جمع نہ کریں اور شہر کو بھی صاف و ستھر رکھا کریں، اس لئے تم دیکھ رہے ہو کہ یہ شہر کتنا صاف ستھرا اور بارونق ہے نا؟"

مکانوں میں مکڑی کے جالے فقر و فاقہ پیدا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَهِّرُوْا بُيُوْتَكُمْ مِنْ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ فَإِنَّ تَرْكَهٗ يُوْرِثُ الْفَقْرَ۔ [معارف: ۶/۶۸۲]

"مکڑی کے جالوں سے اپنے مکانوں کو صاف رکھو کیونکہ اس کے چھوڑ دینے سے فقر و فاقہ پیدا ہوتا ہے"۔

اس حدیث کے راوی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں (روح المعانی) اس حدیث کی رو سے ہمیں مکانوں کو صاف ستھرے رکھنے کی طرف متوجہ کرنا ہے، کیونکہ اس سے لاپرواہی پر بیماریاں اور بیماریوں سے غربت اور فقر و فاقہ کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے۔

صفائی و پاکیزگی کے آداب

اب ذیل میں ہم نظافت و پاکیزگی کے مختصر مگر ضروری آداب کو ذکر کرتے ہیں جن پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ سو کر اٹھ جانے کا بعد ہاتھ دھوئے بغیر ہاتھوں کو پانی کے برتن میں نہ ڈالنا چاہیے کیونکہ نہ معلوم سوتے میں ہاتھ کہاں کہاں لگا ہو۔

۲۔ غسل کرنے کی جگہ پر پیشاب کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اس میں بہت سی قباحتیں ہیں۔اور عام طور وساوس، وھم کی بیماری اس سے پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہونے کے لئے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنی چاہیے اور نہ ہی قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا چاہیے اور بعد فراغت خوب اچھے طریق سے صفائی کے بعد ہاتھ بھی دھولینا چاہیے۔

۴۔ وضو کرنے کے لیے تو دائیں ہاتھ کو استعمال کرنا چاہیے لیکن استنجاء کرنے اور ناک وغیرہ صاف کرنے کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرنا چاہیے۔

۵۔ ندی، نہر کے کنارے، عام راستوں اور سایہ دار مقامات پر قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیے،اس سے دوسروں کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور ادب و تہذیب کے بھی خلاف ہے۔

۶۔ ناک صاف کرنے یا بلغم تھوکنے کے لیے احتیاط کے ساتھ گلدان استعمال کرنا چاہیے، اگر گلدان نہ ہو تو لوگوں کی نگاہ سے بچ کر اپنی یہ ضرورت پوری کرنی چاہیے۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے ایسا کرنا خلاف ادب و تہذیب ہے۔

۷۔ منہ میں پان بھر کر اس طرح باتیں نہ کرنا چاہیے کہ آپ کے مخاطب پر چھینٹیں پڑنے لگیں اور اسے تکلیف ہو، اسی طرح اگر تمباکو یا نسوار استعمال کرتے ہوں اور پان کثرت سے کھاتے ہوں تو منہ کو صاف ستھرا رکھنے کا بھی خوب خوب اہتمام کرنا چاہیے۔ تاکہ منہ سے بدبو نہ آئے اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے۔اسی طرح بعض لوگوں

کے منہ سے بد بو آتی ہے جو باتیں کرتے وقت دوسروں کے لیے تکلیف کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا صفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۸۔ کم از کم ہفتہ میں ایک بار تو ضرور ہی غسل کر لینا چاہیے اور اس کے لئے جمعہ کے دن اہتمام کرنا چاہیے، ناخن تراشنا، زائد بال کاٹنا اور صاف ستھرے کپڑے پہننے کا اس دن میں خوب اہتمام کرنا چاہیے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانت کی ادائیگی آدمی کو جنت میں لے جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امانت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ناپاکی سے پاک ہونے کے لیے غسل کرنا، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے کوئی امانت مقرر نہیں کی ہے، پس جب آدمی کو نہانے کی حاجت ہو جائے تو غسل کرے۔ گرمی کے موسم میں بعض لوگوں کے پسینے سے بہت بد بو آتی ہے جو دوسرے لوگوں کی تکلیف کا باعث بن جاتی ہے لہٰذا وقتاً فوقتاً غسل کرنے اور خوشبو لگانے کا اہتمام ضروری ہے۔

۹۔ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں جانا اور مسجد سے گزرنا منع ہے اور اگر مجبور ہو اور غسل کی کوئی صورت نہ بن رہی ہو تو تیمّم کرکے مسجد میں جانا چاہیے۔

۱۰۔ بالوں میں تیل ڈالنے اور کنگھا کرنے کا بھی اہتمام کرتے رہنا چاہیے،آنکھوں میں سرمہ لگانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سادگی و اعتدال میں رہ کر مناسب زیب وزینت کے اختیار کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ ضروری ہے۔ نیا اور اعلیٰ قسم کا لباس نہ صحیح لیکن پرانے کپڑے اور لباس کو تو صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

۱۱۔ وضو یا ہاتھ منہ دھونے کے بعد اپنے دامن سے منہ ہاتھ خشک کرنا یا دامن سے ناک صاف کرنا ادب اور تہذیب کے خلاف ہے۔ لہٰذا ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے لیے رومال وغیرہ کا استعمال کیا جائے۔اسی طرح لوگوں کے سامنے بھری مجلس میں ناک میں انگلیاں ڈالنا بھی بد تہذیبی ہے۔

۱۲۔ مسجد، دفتر، گاڑی یا کسی بھی صاف ستھری جگہ آتے وقت اپنے جوتے وغیرہ جھاڑنا اور صاف کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ گندے جوتے یا بارش اور کیچڑ سے لت پت جوتے ایسی جگہوں پر ساتھ لاتے ہیں جس سے مسجد، دفتر، گھر یا گاڑی کا فرش یا قالین گندہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۳۔ اسی طرح کھانے کے وقت بڑے بڑے نوالے لینا اور بہت جلدی جلدی کھانا یا سالن وغیرہ سے جگہ گندی کرنا اور تمام انگلیاں اور ہاتھ سالن سے بھر لینا بھی حرص کی علامت اور بے ادبی ہے۔

۱۴۔ اسی طرح کھانے کے دوران پانی کا برتن گلاس وغیرہ سالن اور روغن وغیرہ سے چکنا کرنا بھی ادب کے خلاف ہے لہٰذا گلاس وغیرہ اس طرح سے پکڑنا چاہیے کہ سالن سے گندہ بھی نہ ہو اور دوسروں کے لئے کراہت کا باعث بھی نہ بنے مثلاً اُس وقت پانی پیتے ہوئے گلاس ان انگلیوں سے پکڑے جن پر سالن نہ لگا ہوا ہو یا گلاس بائیں ہاتھ سے پکڑے جو سالن سے پاک ہے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں رکھ کر پیئے اس سے دائیں ہاتھ سے پینے کی سنت بھی ادا ہو جائے گی اور گلاس وغیرہ بھی گندہ نہ ہو گا۔

۱۵۔ چھینکتے وقت منہ پر رومال رکھ لینا چاہیے تاکہ کسی پر چھینٹیں نہ پڑ جائیں۔ چھینکنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا کہنا اور سننے والے کو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کا، پھر دوبارہ اس کے جواب میں یَهْدِيْكَ اللّٰهُ کہنا چاہیے تاکہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطنی صفائی کا بھی اہتمام ہوتا رہے۔

۱۶۔ خوشبو کا استعمال کثرت سے کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو بہت پسند فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھنے کے بعد ضروریات سے فارغ ہوتے تو خوشبو ضرور استعمال فرماتے تھے۔